ازافادات

حضرت فخر المحققین سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ

مطبوعہ سرفراز قومی پریس کٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء علماء و مجتہدین شیعہ سے

۱- برادران اہل سنت والجماعت اذان میں (الصلوٰۃ خیر من النوم) کہتے ہیں کیا یہ کلمہ ماثورہ اور رکن اذان ہے یا شعار اہل سنت ہے۔ جواب بحوالہ کتب فریقین مطلوب ہے۔

۲- نماز فرادی ہو کہ جماعت (اشہد ان علیاً ولی اللہ) اذان میں کہنا مستحب اور شعار اہل تشیع اور جزو ایمان ہے یا نہیں۔

۳- دنیا کے ہر گوشہ میں اور علی الخصوص عتبات عالیات میں نماز جماعت ہو یا فرادی بلا تخصیص عوام ہوں کہ علماء و مجتہدین ہر اذان میں بلا ترک (اشہد ان علیاً ولی اللہ) اور (حی علیٰ خیر العمل) سفر و حضر ہر صورت میں کہتے ہیں یا نہیں

۴- اذان میں (حی علیٰ خیر العمل) عمداً ترک کرنے سے اذان باطل ہو یا نہیں

۵- اذان میں آخر پر عمداً ایک مرتبہ (لا الٰہ الا اللہ) کہنے سے اذان باطل ہے یا نہیں۔

۶- اذان ماثورہ کیا ہے۔

۷- کیا اس میں کسی قسم کا رد و بدل یا کمی و بیشی جائز ہے مثلاً یہ کہ اسم اللہ جل جلالہ کے ساتھ کوئی مزید صفاتی جملہ از قبیل (العلی العظیم) یا (الرحمن الرحیم) جو کہ

امامیہ مشن کی چھیالیسویں (۴۶) دینی خدمت

اذان کا مسئلہ مسلمانوں میں بہت زیادہ اختلافی ہو گیا ہے۔

حضرات اہلسنت اذان میں بہت سے ایسے فقرات کے پابند ہیں جسے شیعی نقطۂ نظر سے قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے اور اسی طرح شیعی اذان کے بعض اجزا پر دوسرے فریق کی جانب سے ایراد ہوتا ہے۔ اکثر اس اختلاف باہمی نے ناگوار صورتیں بھی اختیار کی ہیں اور گذشتہ قریبی زمانہ میں حیدرآباد دکن کی اسلامی سلطنت میں اس مسئلہ کو کافی اہمیت حاصل ہوئی چنانچہ اس سلسلہ میں کچھ استفسارات [illegible] جناب سید العلماء کے پاس بھیجے گئے جن کے ممدوح نے فیصلہ کن جوابات تحریر فرمائے۔

چونکہ یہ تحقیقی کارنامہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے سب سے پہلا نمونہ ہے جو اس موضوع پر پیش کیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ سرکار ممدوح سے اس کو حاصل کر کے دنیائے علم و مذہب میں شائع کر دیا جائے

والسلام

خادم مذہب

سید محمد رضا نقوی سکریٹری امامیہ مشن وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ

۱۳۔ کیا اہل تشیع کے نزدیک اذان کے واسطے مسجد کی تخصیص ہے یا مکان پر اذان دیکر بھی مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

۱۴۔ کیا اہل تشیع کے یہاں (اشہد ان علیاً ولی اللہ) اذان کا جزو لازم ہے اور کیا اس کے ترک سے اذان باطل ہو جاتی ہے۔

۱۵۔ کیا اہل تشیع کے ہاں (حی علی خیر العمل) اذان کا جزو لازم ہے اور کیا اس کے ترک سے اذان باطل ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ کیا اہل تشیع کے ہاں اذان کے آخر میں لا الہ الا اللہ دو مرتبہ کہنا لازم ہے یا ایک مرتبہ کہنا بھی ماثور ہے۔ جواب بحوالہ کتب مرحمت ہو۔

(الجواب) پیش نظر سوالات کو چونکہ فریقین کے نقطۂ نظر سے حل کرنا منظور ہے اس لئے اس بحث کے دو حصے کئے جاتے ہیں۔

پہلا حصہ سنی نقطۂ نظر سے ۔ دوسرا حصہ شیعی نقطۂ نظر سے

(۱)

پہلے نقطۂ نظر سے جب ہم دیکھتے ہیں تو اوّل یہ سوال ہمارے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا اذان مثل نماز کے ایک ایسی عبادت ہے جو خداوند عالم کی طرف سے بطور وجوب یا استحباب نازل کی گئی اور اس کی ماہیت وحقیقت بالکل حکم حضرت احدیت سے عمل میں آئی ہے یا ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی نوعیت کچھ اس سے مختلف ہے؟

قرآن میں مذکور ہیں شریک کریں یا اسم محمدؐ کے ساتھ صلوٰۃ والسلام جس کی قرآن میں تاکید ہے اضافہ کریں ۔جواب بحوالہ کتب مرحمت ہو۔

۸ ۔ کیا کوئی اسلامی فرقہ اپنی خصوصیت کی بناء پر اللہ جل جلالہٗ اور محمدؐ کے اسم کے سوا اہلبیت اطہار یا صحابۂ کرام یا اولیاء عظام میں سے کسی کا نام بطور اظہار عقیدت شریک کر سکتا ہے۔ مثلاً اشھد ان ابابکر خلیفۃ رسول اللہ (یا) اشھد ان عباس عصبتہ و وارث رسول اللہ (یا) اشھد ان علیا ولی اللہ (یا) وصی رسول اللہ ۔

۹ ۔ (الصلوٰۃ خیر من النوم) ماثورہ ہے یا نہیں اور اسی طرح (حی علی خیر العمل) ماثورہ ہے یا نہیں ۔

۱۰ ۔ ایک ایسی مسجد میں جہاں سب مسلمان بلا امتیاز فرقہ مدت مدید سے نماز پڑھتے ہوں وہاں کوئی فرقہ وارانہ اذان کی ابتدا ایجاد مناسب ہوگی یا وہاں وہی اذان ماثورہ جاری رہے گی جس میں کسی فرقہ کی خصوصیت نہیں ۔

۱۱ ۔ کیا کوئی مسجد جس کی تعمیر کی اجازت کسی خاص فرقہ کا فرد حاصل کرے لیکن طلب اجازت میں مسجد کو اپنے فرقہ کے لئے مخصوص نہ کرے اور عام مسلمان اس میں حسب معمول سالہا سال نماز پڑھتے رہیں کیا ایک مدت کے بعد وہ مسجد کسی ایک فرقہ کے لئے اذان یا نماز کے لحاظ سے مخصوص ہو سکتی ہے ۔

۱۲ ۔ کیا اہل تشیع کے نزدیک اذان کا بالجہر ہونا واجب ہے یا اذان خفی بھی جائز ہے

خداوند عالم کی طرف سے کوئی حکم خاص بطور وحی نازل نہیں ہوتا تھا اور کوئی ترکیب مقرر نہیں ہوتی تھی۔ حضرات صحابۂ کرام کے مشورہ سے مصلحِ وقت اور مناسبت و خصوصیت کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی خاص صورت تجویز فرماتے تھے۔ اس شکل میں جبکہ خداوند عالم کی طرف سے کوئی خاص مخالفت اُس صورت عمل سے نازل نہ ہوئی ہو تو اتنا تو ثابت ہوگا کہ وہ صورت ناجائز نہ تھی ورنہ خدا تعالیٰ اپنے رسولؐ اور تمام مسلمانوں کو ایک ناجائز کام کے ارتکاب پر برقرار رہنے دیتا لیکن اُس صورتِ عمل کو اس طرح کا توقیفی اور خاص الخاص خدا کا مقرر کردہ بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ جیسا پہلی قسم کی عبادتوں میں ہے بلکہ اس میں اگر اُسی قسم کی مصلحت جو رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اُس کے مقرر کرنے کی داعی ہوئی تھی کسی وقت کسی زیادتی کی داعی ہو تو "مصالح مرسلہ" کے تحت میں اُس زیادتی کا ہونا جائز ہوگا۔

"مصالح مرسلہ" کے تحت میں جو چیز ہو وہ بدعت نہیں ہوا کرتی۔ ملاحظہ ہو علامہ شیخ علی محفوظ مدرس جامعۂ ازہر کی کتاب "الابداع فی مضار الابتداع" مطبوعہ مصر جو جامع ازہر کے شعبۂ وعظ و خطابت کے نصاب تعلیم میں داخل ہے صـ ۳۵

ومن الناس من تشتبه علیہ البدع بالمصالح المرسلۃ ومنشأ الغلط ان المصالح المرسلۃ یرجع معناها الی اعتبار المناسب الذی لا یشهد له	بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو بدعت اور مصالح مرسلہ میں دھوکا ہو جاتا ہے اور غلطی کا سبب یہ ہے کہ "مصالح مرسلہ" کے معنی کی بنیاد ہے ایک مناسب پہلو کے لحاظ پر جسکے لئے کوئی خاص قاعدہ شہادت

ہمارے برادران اہل سنت کے منقولات کی بنا پر حضرت رسولؐ کے تمام اقوال و
افعال صرف بربنائے وحی الٰہی ہی نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ اکثر آنحضرت صلعم کے ذاتی
اجتہاد کا نتیجہ ہوتے تھے جس میں آپ کو بمفاد (وشاورھم فی الامر) صحابہ کرام
کے ساتھ مشورہ کا بھی حکم تھا اور کبھی اُن حضرات کا مشورہ آپ کی ذاتی رائے کے
خلاف ہوتا تھا۔ اور کبھی آپ کے افعال پر جو صحابہ کرام کی رائے کے خلاف ہوئے
ہیں صحابہ نے ٹوکا ہے اور حضور اکرمؐ نے بربنائے انصاف یا بحکم خدا اُن کی اصابت
رائے کا اقرار کیا ہے اس سلسلہ میں موافقات حضرت عمر مشہور ہیں۔ جیسے منافق کی
نماز جنازہ کے موقع پر بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نماز کے لئے آگے بڑھے
اور حضرت عمرؓ آپ کا دامن پکڑ کر کھینچا کہ منافق کی نماز نہ پڑھائیے حضرتؐ نے عمداً
کی۔ نتیجہ یہ آیت قرآنی حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئی ۔ اسی طرح اسیران
بدر کے متعلق حضرتؐ کی رائے صحابہ کی رائے کے خلاف تھی مگر وحی سماوی نے صحابہ
کی رائے کی تائید کی۔ اس کے شواہد کتب احادیث و سیر میں کثرت سے ہیں۔
اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ رسالتمابؐ کے بعض اقوال و افعال بربنائے وحی الٰہی ہوتے تھے
اور خداوند عالم کی جانب سے خاص طور پر اُن میں پابندی عائد ہوتی تھی۔ اس میں
نماز کے رکعات۔ اُس کی صورت۔ کیفیت۔ وضو اور غسل وغیرہ کی ترکیب داخل ہے
یہ وہ عبادات سمجھے جا سکتے ہیں جو بالکل توقیفی اور جن کے اجزا و شرائط وغیرہ
کی تعیین بالکل وحی الٰہی کی تابع ہے۔ اور بعض باتیں ایسی ہوتی تھیں کہ اُنہیں

وأما يعلم من مقاصد الشرع العامة فيعد من وسائلها وعنه التقسيم هو الذي يسمونه بالمصالح المرسلة

اعتبار نہیں کرتا ہے اگرچہ مجتہد آباد کرتے ہیں اس کی
اتنی تنبیہ ہوتی ہو جتنی روزہ رکھنے کی صورت میں
اس کو تنبیہ حاصل ہوتی ہو۔ تیسرے وہ کہ نہ تو بالخصوص
اس کا اعتبار ثابت ہوا ہو اور نہ عدم اعتبار پر ہی دونوں
[illegible] اعتبار پر کوئی خاص قاعدہ دفعاً یا شہادتاً
تو نہیں دیتا ہو مگر شریعت کے عام احکام سے جو مقاصد
کی منشا معلوم ہوتا ہے اس منشا اور مقاصد کی تکمیل
اس ذریعہ سے ہوتی ہے اور یہ امر اس منشا کے
پورا ہونے کے ذرائع اور وسائل میں سے ہے۔ یہ
قسم وہ ہے جس کو مصالح مرسلہ کے نام سے
یاد کیا جاتا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے زمانہ میں ایک اذان کا اضافہ کر دیا جیسا
کہ صحیح بخاری "باب الاذان یوم الجمعۃ میں" ہے۔

عن السائب بن يزيد قال كان النداء يوم الجمعة أوله إذا جلس الإمام على المنبر على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر فلما كان

سائب بن یزید کی روایت ہے کہ اذان روز جمعہ
اسوقت ہوا کرتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا۔
یہ صورت حضرت رسول ؐ اور ابوبکر و عمر کے زمانہ
میں قائم رہی۔ جب عثمان کا زمانہ آیا اور

أصل معين فليس له شاهد شرعي على الخصوص فلما كان هٰهنا موضع اشتباه لأن البدع والمصالح المرسلة يجريان من واد واحد وهو أن كلاً منهما لم يقم على خصوصه دليل شرعي وجب الفرق بينهما وقد عرفت مما تقدم ما هي البدعة ولم يبق إلا أن نعرف ما هي المصالح المرسلة فنقول قسم الأصوليون المناسب الذي هو مناط الحكم إلى ما علم اعتبار الشرع له كمشروعية القصاص حفظاً للنفوس والأطراف وغيرها وما علم إلغاؤه له كالقادر على إعتاق الرقبة في كفارة الوقاع في نهار رمضان لا يعدل إلى صيام شهرين متتابعين مع أن الإعتاق لا يزجره ويزجره الصوم وما لا يعلم اعتباره ولا إلغاؤه وهو الذي لا يشهد له أصل معين بالاعتبار

دینے کیلئے موجود نہ ہو۔ لہذا وہ ایسی چیز ہوتی ہے جس کے لئے کوئی شرعی سند بالخصوص موجود نہیں ہے۔ یہ دھوکا ہونے کا موقع ہے اس لئے کہ بدعت اور مصالح مرسلہ دونوں اس حیثیت سے یکساں ہیں کہ ان پر بالخصوص کوئی دلیل شرعی قائم نہیں ہوتی لہذا ضرورت ہے کہ بدعت اور مصالح مرسلہ میں فرق بیان کیا جائے بدعت کے معنی سابق میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ یہاں بس مصالح مرسلہ کے معنی بیان کرنے کی ضرورت ہے علمائے اصول نے اس مناسب پہلو کی جو کسی حکم کا مبنیٰ قرار دیا جائے تین قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک وہ مناسب پہلو جس کا اعتبار شرع میں ثابت ہو گیا ہے جیسے قصاص کا مشروع ہونا نفوس اور اعضائے جسمانی کی حفاظت کے لئے۔ دوسرے وہ کہ جس کا عدم اعتبار شرع میں ثابت ہو گیا ہے جیسے وہ شخص جو ماہ رمضان میں دن کو عورت سے مباشرت کرے وہ اگر ایک بردہ آزاد کرنے پر قادر ہو تو اسے پے در پے دو ماہ روزے رکھنے کی شق کو

چوتھی روایت "باب التاذین عند الخطبة" میں ہے۔

عن الزهری قال سمعت السائب بن یزید یقول ان الاذان یوم الجمعة کان اوله حین یجلس الامام یوم الجمعة علی المنبر فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر وعمر فلما کان فی خلافة عثمان وکثروا امر عثمان یوم الجمعة بالاذان الثالث فاذن به علی الزوراء فثبت الامر علی ذالك	اذان روز جمعہ شروع میں بس اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا۔ یہ صورت برابر حضرت رسول ص اور ابوبکر و عمر کے زمانہ میں قائم تھی لیکن جب عثمان کی خلافت کا زمانہ آیا اور لوگوں کی مردم شماری زیادہ ہوئی تو آپ نے جمعہ کے دن ایک اور اذان حکم دیا جو زوراء میں دی جانے لگی اور بعد یہ برابر جاری ہوگئی۔

اس قسم کی روایت ماورائے داؤد اور نسائی نے بھی درج کی ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت رسول اکرم ص کے زمانہ میں نماز جمعہ کے لئے صرف ایک اذان ہوتی تھی لیکن حضرت عثمان نے دو اذانیں مقرر کردیں۔ ایک اذان بازار میں اور ایک اذان پھر مسجد کے دروازہ پر۔ اس پہلی اذان کا جو بازار میں دی جانے لگی نہ وجود حضرت رسول کے زمانہ میں تھا اور نہ حضرات شیخین کے عہد میں یہ بالکل حضرت عثمان کی ایجاد تھی۔

ظاہر ہے کہ اگر اذان مثل نماز کے توقیفی حیثیت رکھتی ہوتی تو یہ صورت

عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء قال ابوعبد اللہ الزوراء موضع بالسوق بالمدینۃ۔

لوگوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو انھوں نے ایک اذاں کا مقام زورا پر اضافہ کر دیا۔ زورا مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے۔

دوسری روایت "باب المؤذن الواحد یوم الجمعۃ" میں ہے۔

عن السائب بن یزید ان الذی زاد التاذین الثالث یوم الجمعۃ عثمان بن عفان حین کثر اھل المدینۃ ولم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن غیر واحد وکان التاذین یوم الجمعۃ حین یجلس الامام یعنی علی المنبر۔

سائب بن یزید کا بیان ہے کہ وہ شخص جس نے جمعہ کے دن ایک اذاں کا اضافہ کر دیا۔ وہ حضرت عثمان ہیں اسوقت جب مدینہ کی مردم شماری زیادہ ہوئی اور حضرت رسول کے زمانہ میں بس ایک شخص اذاں دیا کرتا تھا اور جمعہ کے دن اذاں اسوقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا۔

تیسری روایت "باب الجلوس علی المنبر عند التاذین" میں ہے۔

عن ابن شہاب ان السائب بن یزید اخبرہ ان التاذین الثانی یوم الجمعۃ امر بہ عثمان بن عفان حین کثر اھل المسجد وکان التاذین یوم الجمعۃ حین یجلس الامام۔

ابن شہاب (زہری) نے سائب بن یزید سے نقل کیا ہے کہ روز جمعہ یہ دوسری اذاں عثمان بن عفان نے جاری کی ہے جب مسجد میں آنے والوں کی تعداد زیادہ ہو گئی اور اس کے قبل یہ اذان روز جمعہ اسوقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھے

اردو	عربی
یہ دونوں لکڑیاں خریدنا چاہتے ہیں۔ ناقوس بنوائیں گے جو اوقات نماز میں بجایا جائے۔ وہ میری طرف متوجہ ہوا اور اُس نے کہا کہ میں تم لوگوں کو اس سے بہتر ترکیب بتاتا ہوں (جس کے بعد اذان کی تعلیم دی)	ان یشتری هذین العودین یجعلهما ناقوسا یضرب به للصلوٰة فالتفت الی صاحب العودین براسه فقال انا ادلکم علی ما هو خیر من هذا ۔

دوسری روایت | ابوالشیخ کی کتاب الاذان سے۔

اردو	عربی
حضرت رسول ؐ نے بوق کا ارادہ کیا اور ناقوس کا حکم بھی دیدیا یہاں تک کہ وہ بن گیا اُس وقت عبداللہ بن زید نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ہے جو دو سبز حلے پہنے ہے اور اُس کے ہاتھ میں ناقوس ہے اے عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا کیوں بندۂ خدا تو یہ ناقوس فروخت کرے گا؟ اُس نے کہا ناقوس کیا کروگے؟ میں نے کہا نماز کا اعلان کریں گے اُس نے کہا میں تم کو اس سے بہتر ترکیب بتاؤں میں نے کہا ہاں - کیوں نہیں؟ اُس نے کہا تم کہو اللہ اکبر اللہ اکبر الخ	کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قد هم بالبوق وامر بالناقوس فنحت فاری عبد اللہ بن زید فی المنام قال رأیت رجلا علیه ثوبان اخضران یحمل فی یده ناقوسا فقلت یا عبد اللہ اتبیع هذا الناقوس قال وما تصنع به قلت ننادی للصلوٰة قال افلا ادلك علی ما هو خیر من ذلك فقلت بلی قال تقول اللہ اکبر اللہ اکبر الخ

ممکن نہیں تھی کیونکہ نماز مثلاً پانچ وقت کے علاوہ چھ وقت کبھی نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی شخص اس کو گوارا کر سکتا ہے اس لئے کہ وہ بالکل توقیفی حیثیت رکھتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اذاں کی نوعیت کچھ نماز سے مختلف ضرور ہے اذاں کے متعلق یہ پتہ چل گیا ہے کہ وہ اظہار و اعلان کی غرض سے قرار دی گئی ہے لہذا اگر کسی وقت اظہار و اعلام کے لئے دو یا اس سے زیادہ اذانوں کی ضرورت محسوس ہو تو اُسے بھی جائز سمجھا جائے گا۔

اذاں کے شروع شروع ہونے کے جو روایات پائے جاتے ہیں اُن سے بھی اس حقیقت کا بہت کچھ پتہ چلتا ہے یعنی اذان مثل نماز کے ایک ایسی چیز نہیں ہے جو بطور وحی رسالتمآبؐ پر نازل ہوئی ہو اور اُس طرح کی توقیفی عبادت ہو جیسے نماز ہے بلکہ اُس کی تشریع اور اُس کی صورت زیادہ تر مسلمانوں کے مشورہ اور اُن کی صوابدید سے ہوئی ہے جس کو رسالتمآبؐ نے بھی پسند کیا ہے۔

کنز العمال میں متعدد روایتیں ہیں جن میں یہ ہے کہ اذاں کی صورت ایک انصاری صحابی کے خواب کی بنا پر قرار پائی ہے جن کا نام عبد اللہ بن زید انصاری تھا

پہلی روایت | جامع عبد الرزاق سے۔

بینا انا نائم اذ رأیت رجلا معہ خشبتان فقلت لہ فی المنام ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرید	عبد اللہ بن زید کا بیان ہے کہ میں سو رہا تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس کے ہاتھ میں دو لکڑیاں ہیں۔ میں نے خواب میں اُس سے کہا کہ حضرت رسولؐ

ان یستری هذین العودین یجعلهما	یہ دونوں لکڑیاں خریدنا چاہتے ہیں۔ ناقوس
ناقوسا یضرب به للصلوٰة فالتفت	بنوائیں گے جو اوقات نماز میں بجایا جائے۔
الی صاحب العودین براسه	وہ میری طرف متوجہ ہوا اور اُس نے کہا کہ میں
فقال انا ادلکم علی ما هو	تم لوگوں کو اس سے بہتر ترکیب بتاتا ہوں
خیر من هذا۔	(بعد ازاں اذان کی تعلیم دی)

دوسری روایت | ابو الشیخ کی کتاب الاذان سے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	حضرت رسول ؐ نے بوق کا ارادہ کیا اور
وسلم قد ھمّ بالبوق وامر	ناقوس کا تو حکم بھی دیدیا یہاں تک کہ وہ بن گیا
بناقوس فنحت فاری عبد اللہ	اُس وقت عبد اللہ بن زید نے خواب میں
بن زید فی المنام قال رأیت	دیکھا کہ ایک شخص ہے جو دو سبز حلے پہنے ہے
رجلا علیہ ثوبان اخضران	اور اُس کے ہاتھ میں ناقوس ہے (عبد اللہ
یحمل فی یدہ ناقوسا فقلت	کا بیان ہے کہ) میں نے کہا کیوں بندہ خدا
یا عبد اللہ اتبیع ھذا الناقوس	تو یہ ناقوس فروخت کرے گا؟ اُس نے کہا
قال وما تصنع بہ قلت ننادی	ناقوس کیا کروگے؟ میں نے کہا نماز کا اعلان کرینگے
للصلوٰۃ قال افلا ادلک علی	اُس نے کہا میں تم کو اس سے بہتر ترکیب بتاؤں؟
ما ھو خیر من ذلک فقلت بلی	میں نے کہا ہاں۔ کیوں نہیں؟ اُس نے کہا
قال تقول اللہ اکبر اللہ اکبر الخ	تم کہو اللہ اکبر اللہ اکبر الخ

ممکن نہیں تھی کیونکہ نماز مثلاً پانچ وقت کے علاوہ چھ وقت کبھی نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی شخص اس کو گوارا کرسکتا ہے اس لئے کہ وہ بالکل توقیفی حیثیت رکھتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اذاں کی نوعیت کچھ نماز سے مختلف ضرور ہے اذاں کے متعلق یہ پتہ چل گیا ہے کہ وہ اظہار اعلان کی غرض سے قرار دی گئی ہے لہذا اگر کسی وقت اظہار و اعلام کے لئے دو یا اس سے زیادہ اذانوں کی ضرورت محسوس ہو تو اسے بھی جائز سمجھا جائے گا۔

اذاں کے شروع شروع مشروع ہونے کے جو روایات پائے جاتے ہیں اُن سے بھی اس حقیقت کا بہت کچھ پتہ چلتا ہے یعنی اذان مثل نماز کے ایک ایسی چیز نہیں ہے بطور وحی رسالتمآب پر نازل ہوئی ہو اور اُس طرح کی توقیفی عبادت ہو جیسے نماز بلکہ اُس کی تشریع اور اُس کی صورت زیادہ تر مسلمانوں کے مشورہ اور اُن کی صوابدید سے ہوئی ہے جس کو رسالتمآب نے بھی پسند کیا ہے۔

کنز العمال میں متعدد روایتیں ہیں جن میں یہ ہے کہ اذاں کی صورت ایک انصاری صحابی کے خواب کی بنا پر قرار پائی ہے جن کا نام عبد اللہ بن زید انصاری تھا

پہلی روایت | جامع عبد الرزاق سے

بینا انا نائم اذ رأیت رجلا معہ خشبتان فقلت لہ فی المنام ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرید	عبد اللہ بن زید کا بیان ہے کہ میں سو رہا تھا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس کے ہاتھ میں دو لکڑیاں ہیں۔ میں نے خواب میں اُس سے کہا کہ حضرت مولٰی

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قل النصاری لا فقالوا
لو امرت بالبوق فننفخ فیہ فقال
قول الیھود لا فرجعت الی اھلی
و انا مغتم لما رأیت من اھتمام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی حالہ حتی اذا کان اللیل قبل
الفجر غشینی النعاس فرأیت رجلا
علیہ ثوبان اخضران وانا بین
النائم والیقظان فقام علی سطح
المسجد فجعل اصبعیہ فی اذنیہ
ونادی الخ

پانچویں روایت | عن ابی عمیر
بن انس قال اخبرنی عمومتہ
لی من الانصار قال اھتم النبی
صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ
کیف یجمع الناس لھا فقیل

انھوں نے کہا اچھا بوق بجانے کا حکم دیجئے
آپ نے فرمایا یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ یہ بھی
ٹھیک نہیں۔ عبد اللہ بن زید کا بیان ہے
کہ میں اپنے گھر جو آیا تو مجھے رسالتمآب کی
اس پریشانی کا بڑا ملال تھا۔ یہاں تک کہ
جب رات ہوئی تو صبح کے قریب مجھ پر کچھ نیند کا
غلبہ ہوا میں نے اس حالت میں جو خواب
اور بیداری کے درمیان کی ہوتی ہے ایک
شخص کو دیکھا جو دو سبز حلے پہنے ہوئے تھا
وہ مسجد کے کوٹھے پر کھڑا ہوا اور اس نے اپنی
دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں رکھیں
اور پکار کر کہا اللہ اکبر اللہ اکبر الخ

ابو عمیر بن انس کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے کچھ
اعمام نے جو انصار میں سے تھے بیان کیا کہ
رسالتمآب کو نماز کے متعلق بڑی فکر تھی کہ لوگوں کو
اس کے لئے جمع کیونکر کیا جائے۔ کچھ لوگوں نے
کہا کہ نماز کا وقت آنے پر ایک جھنڈا نصب

یہ روایت سنن ابن ماجہ میں بھی مذکور ہے۔

تیسری روایت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد ھمّہ الاذان حتی ھمّ ان یامر رجالا فیقومون علی الآطام فیرقعون ویشیرون الی الناس بالصلوٰۃ حتی رأیت فیما یری النائم کان رجلا علیہ ثوبان اخضران علی سور المسجد یقول

حضرت رسول ؐ کو اعلان نماز کے بارے میں بڑی فکر تھی یہاں تک کہ آپ نے قصد کیا کچھ لوگوں کو ٹیلوں اور بلندیوں پر کھڑے ہونے کا حکم دیں کہ وہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر لوگوں کو نماز کا اشارہ کریں عبداللہ بن زید کا بیان ہے کہ اس وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ہے جو دو سبز حلّے پہنے مسجد کے بیرونی احاطہ کی دیوار پر کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر الخ

چوتھی روایت اھتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للاذان بالصلوٰۃ وکان اذا جاء وقت الصلوٰۃ صعد برجل فیشیر بیدہ فمن راہ جاء ومن لم یرہ لم یعلم بالصلوٰۃ واھتم لذلک ھمّا شدیدا فقال لہ بعض القوم یا رسول اللہ لو امرت بالناقوس

حضرت رسول ؐ کو نماز کے اعلان کی بڑی فکر تھی جب نماز کا وقت آتا تھا تو آپ کسی آدمی کو بلندی پر بھیجتے تھے کہ وہ لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ کرے جو دیکھ لیتا تھا وہ آتا تھا اور جو نہ دیکھتا تھا اسے نماز کی اطلاع نہ ہوتی تھی حضرت کو اس کا بڑا ملال ہوا بعض لوگوں نے کہا کہ ناقوس بجانے کا حکم دیجئے حضرت نے فرمایا یہ نصاریٰ کا طرز عمل ہے یہ ٹھیک نہیں ہے

یرد ان اخضرن علی جذمة حائط فاذن۔

ساتویں روایت | عن الشعبی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھتم بالصلوٰۃ اھتماما شدیدا اتبیّن ذٰلک فیہ وکان مما اھتم بہ من امر الصلوٰۃ ان ذکر الناقوس فقال ھو من امر النصاریٰ ثم اراد ان یبعث رجالا یؤذنون الناس بالصلوٰۃ فی الطرق ثم قال اکرہ ان اشغل رجالا عن صلوٰتہم بصلوٰۃ غیرھم فانصرف عبد اللہ بن زید مھتمًا لھمّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتاہ فیما یری النائم فقال لہ ایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمرہ فلیامر رجلا فلیؤذن

شعبی کی روایت ہے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کے بارے میں بڑی فکر ہوئی جو نمایاں حیثیت رکھتی تھی۔ اس سلسلہ میں ناقوس کا تذکرہ ہوا آپ نے فرمایا یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ پھر آپ نے ارادہ فرمایا کہ کچھ لوگ بھیجے جایا کریں جو راستوں پہ کھڑے ہوکر دوسرے لوگوں کو نماز کی اطلاع دیں لیکن بعد کو آپ نے فرمایا یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ کچھ لوگوں کی نماز کی خاطر دوسرے کچھ لوگوں کو نماز سے روکا جائے اور بلانے میں مصروف کیا جائے۔ عبد اللہ بن زید رسالتمآبؐ کی اس پریشانی سے متفکرانہ حالت میں گھر واپس ہوئے انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آیا ہے اور وہ ان سے کہتا ہے کہ تم رسالتمآبؐ کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ وہ کسی کو مامور کریں

انصب راية عند حضور الصلوٰة فاذا رأها الناس آذن بعضهم بعضاً فلم يعجبه ذلك وذكر له القنع فلم يعجبه ذلك وقال انه من امر اليهود وذكر له الناقوس فلم يعجبه ذلك وقال هو من امر النصارىٰ فانصرف عبد الله بن زيد وهو مهتم بهمّ النبي صلى الله عليه وسلم فأري الاذان في منامه۔

کھڑا کیجئے جب لوگ اُسے دیکھیں گے تو باہم ایک دوسرے کو خبر دیدیں گے۔ حضرتؐ نے یہ رائے پسند نہیں کی۔ بعض لوگوں نے بوق کا مشورہ دیا وہ بھی ناپسند ہوا آپ نے فرمایا کہ وہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ بعض نے ناقوس کا ذکر کیا آپ نے اُسے بھی ناپسند کیا اور فرمایا یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے عبداللہ بن زید اپنے گھر جو واپس آئے تو وہ رسالتمآبؐ کی پریشانی سے بہت فکرمند تھے ان کو خواب میں اذان کی صورت دکھلا دی گئی۔

چھٹی روایت

عن عبد الرحمٰن بن ابي ليلىٰ قال حدثنا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم انّ عبد الله بن زيد الانصاري جاء الى نبيّ الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله رأيت في المنام كأنّ رجلاً قائم وعليه

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے مختلف صحابہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن زید انصاری حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ مجھے خواب میں نظر آیا کہ ایک شخص دو حلّے پہنے ہوئے ایک دیوار کی منڈیر پر کھڑا ہے اور اُس نے اذان دی ہے۔

(۵) لوگ چوراہوں پر بھیجے جائیں اور وہ کھڑے ہوں جو ملے اُس کو مسجد کی
طرف بھیجیں۔ ان میں سے بعض صورتوں کو رسالتمآبؐ نے بالکل ناپسند کیا
بعض کے کرنے کا ارادہ کیا، ناقوس کے متعلق یہاں تک ہے کہ آپ نے ناپسند
ہونے کے باوجود بنوا بھی لیا تھا اور وہ بن بھی گیا تھا۔

(د) حضرتؐ کے اس تفکر اور اہتمام نے صحابہ کی نظر میں اس مسئلہ کو بڑی
حاصل ہوگئی تھی اور وہ اس فکر میں مستغرق اور اس خیال ب
ب ہی خواب ایک ہی
حضرت عبداللہ بن زید انصاری کو اس میں بڑا استغراق تھا
یک روایت
نظر آگیا لیکن اس خواب کے مضمون میں بڑا اختلاف ہے یہاں تک
نا کو نہ سمجھے۔
روایت بھی دوسری سے ملتی ہوئی نہیں ہے۔
ب جو اس مسئلہ میں

پہلی روایت میں ہے کہ ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں دو لکڑیاں دکھلائی دے
عبداللہ بن زید نے اُس سے کہا کہ رسالتمآبؐ ان دونوں لکڑیوں کو خریدنا چا آپ
ہیں۔ ناقوس بنوائیں گے جو نماز کے وقت پر بجایا جایا کرے۔ اُس لکڑیوں والے
شخص نے کہا کہ میں تم کو اس سے بہتر صورت بتاتا ہوں اور اُس وقت اذان
کی تعلیم دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص دو سبز حُلّے پہنے ہوئے تھا اور
بنا بنایا ہوا ناقوس ہاتھ میں لئے تھا۔ عبداللہ بن زید نے کہا کہ کیوں یہ ناقوس
فروخت کروگے؟ (یہ نہیں کہ رسالتمآبؐ اسے خریدنا چاہتے ہیں تاکہ اس کو وقت نماز پر

حضور الصلوٰۃ یقول اللہ اکبر اللہ اکبر الخ	کہ نماز کے وقت پر پکار کے کہا کرے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر الخ

ان روایات سے یہ نتیجہ یقینی طور سے نکلتا ہے کہ۔

(الف) نماز کے لئے اذان کی خاص طور سے مشروعیت کسی وحی آسمانی کی بنا پر نہ تھی کہ جس طرح نماز واجب ہوئی تھی تو رفرض قرار دی گئی تھی اور اُس کی ترکیب بتائی گئی تھی اُس کے آداب یا مستحبات میں سے اذان بھی بتلائی گئی ہو بلکہ رسالتمآبؐ نے خود یا دوسرے مسلمانوں کے توجہ دلانے سے اس ضرورت کا احساس فرمایا کہ مسلمانوں کو اوقات نماز کے اعلام کے لئے کوئی صورت ہونا چاہیے۔

(ب) اس اعلام کی صورت کو مسلمانوں کی رائے پر چھوڑا گیا اور اُن سے مشورہ [illegible]

(ج) مختلف مشورے [illegible] لوگوں نے دئے یا حضرتؐ نے خود خیال فرمائے مثلاً

(۱) بوق (بھوپو) بجایا جائے اور اُس سے مسلمانوں کو اطلاع ہو۔

(۲) ناقوس (سنکھ) بجایا جائے۔

(۳) کچھ لوگ معین ہوں وہ بلندیوں اور ٹیلوں پر کھڑے ہو کر ہاتھوں سے اشارے کریں اور لوگوں کو مسجد کی طرف بھیجیں

(۴) نماز کے وقت ایک جھنڈا نصب کر دیا جایا کرے جب اُس کو لوگ دیکھیں گے تو آپس میں ایک دوسرے کو خبر کر دیں گے۔

میں یہ بھی ہے کہ جب وہ انصاری اپنا خواب بیان کر چکا اور حضرت نے اُس خواب کی اطلاع بلال کو کر کے اذان پر مامور کر دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا تھا مگر مجھے بیان کرنے میں شرم دامنگیر ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے بیس۲۰ دن کے بعد کہا کہ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا مگر بیان نہیں کیا تھا۔

انسان واقعی ایسے مقام پر متحیر ہو جاتا ہے کہ ایک ہی خواب ایک ہی شخص کا بیان کیا ہوا اور اُس میں اتنا عظیم اختلاف کہ کوئی ایک روایت دوسرے سے ملتی نہیں ہے۔ آخر انسان کس کو صحیح سمجھے اور کس کو نہ سمجھے۔

یہ بات بھی اپنی نوعیت میں عجیب ہے کہ رسالتمآبؐ جو اس مسئلہ میں اتنے زیادہ متفکر و پریشان تھے اُن پر نہ وحی نازل ہو۔ نہ خواب دکھلائی دے اور ایک بزرگ کو سچا ہیں ست خواب دکھلائی دیجائے جس کو رسالت مآبؐ بھی قائم مقام وحی سمجھ لیں۔ یہ وہ چیز ہے جس پر علمار بڑے شش و پنج میں پڑے ہیں۔

علامہ سندی محمد بن عبد الہادی حنفی مدنی حاشیۂ سنن ابن ماجہ میں لکھتے ہیں۔

جاء فی ابی داؤد انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انہا رؤیا	سنن ابو داؤد میں یہ ہے کہ حضرت نے خواب کو سن کر فرمایا انشاء اللہ یہ سچا خواب ہے۔

بجوائیں) اُس نے کہا ناقوس کیا کرو گے ؟ تب انھوں نے کہا کہ ہم اُسے نماز کے
اوقات میں بجوائیں گے ۔ اُس نے کہا میں اس سے بہتر صورت نہ بتاؤں ؟
تیسری روایت میں نہ ناقوس ہے نہ لکڑیاں ۔ کچھ نہیں نہ کچھ گفت و شنید بس
ایک مرتبہ خواب میں یہ دیکھا ہے کہ دو سبز حلّے پہنے ہوئے ایک شخص ہے جو مسجد کی
نہ تھی کہ [illegible] دیواری کے اوپر کھڑا ہوا ہے وہ کہہ رہا ہے " اللہ اکبر ۔ اللہ اکبر ۔
بتائی گئی تھی اُس [illegible] میں یہ آدمی مسجد کے کوٹھے پر کھڑا ہوا ہے اور کان میں انگلیاں
نے خود یا دوسر [illegible] ں دیا ہے ۔
مسلمانوں کی [illegible] روایت میں بس اتنا ہے کہ خواب میں آنیوالے نے اذاں کی ترکیب
[illegible]) اس اعلا تفصیل کچھ نہیں ہے ۔
[illegible] روایت میں وہ [illegible] والا ایک غیر معین دیوار کی منڈیر پر کھڑا ہے یہ مسجد
(ج ر من) چار دیواری ہے نہ مسجد کی چھت ۔
ساتویں روایت میں دکھلائی دینے والا نہ تو دو لکڑیاں یا ناقوس لئے ہوئے
ہے جس سے کچھ سوال و جواب ہوا اور نہ بطور خود مسجد کی چھت یا احاطہ کی دیوار یا کسی
اور دیوار کی منڈیر پر کھڑا ہے اور اذاں دے رہا ہے بلکہ اُس نے صبر و سکون کے
ساتھ خود اُن سے یہ کہا ہے کہ تم جا کر رسالتمآبؐ کے پاس کہو کہ وہ کسی کو مامور کریں
کہ وہ نماز کے وقت اس طرح اذاں دیا کرے ۔
یہ ہے وہ عظیم اختلاف جو اس خواب کی کیفیت میں پایا جاتا ہے ۔ ان روایات

اب جو ایک صورت آپ کے سامنے آئی جس میں ذکر الٰہی ہے تو آپ نے اُس پر عمل جاری کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں خیال کیا بلکہ اُسے مجوزہ تمام صورتوں میں بہتر خیال فرمایا لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ موجودہ صورت جو خواب میں دیکھی گئی وہ کوئی خاص توقیفی حیثیت رکھتی ہے جس میں مثل صورت نماز وغیرہ کے جو وحی الٰہی ثابت ہوئی کسی زیادتی کی گنجائش ہی نہیں۔

صحیح بخاری میں جو ان تمام کتب صحاح میں اصح الکتب مانی گئی ہے، خواب والی روایت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور علامہ عینی نے شرح میں صاف طور سے لکھا ہے کہ مصنف نے وہ حدیث درج نہیں کی اس لئے کہ وہ اُن کے معیار کے مطابق صحیح نہیں تھی اُس میں "باب بدء الاذان" میں جو روایت ہے وہ حسب ذیل ہے۔

ابن جریج قال اخبرنی نافع ان ابن عمر کان یقول کان المسلمون حین قدموا المدینة یجتمعون فیتحینون الصلوة لیس ینادی لها فتکلموا یوما فی ذالك فقال بعضهم اتخذوا ناقوسا مثل ناقوس النصاری وقال بعضهم بل بوقا مثل بوق الیهود فقال عمر اولا تبعثون رجلا ینادی بالصلوة فقال رسول الله

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ مسلمان جب مدینہ میں آئے ہیں تو وہ جمع ہوتے تھے اور نماز کے وقت کا انتظار کرتے تھے نماز کے لئے کوئی اعلان نہ تھا ایک روز ان لوگوں نے اسکے متعلق گفتگو کی۔ بعض کی رائے ہوئی کہ نصاریٰ کی طرح کا ناقوس بنوا لو بعض نے کہا کہ یہودیوں کی طرح کا بوق حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیوں نہیں ایک آدمی کو بھیج دیتے کہ وہ الصلوٰۃ کی آواز بلند کردے

حق انشاء اللہ وھو یقینا
انہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل
برؤیا رجل الا بعد معرفۃ
انّھا حق امّا بوحی او الہام او
باجتہاد منہ من حیث انہ رأی
نظما یبعد فیہ مداخل الشیطان
او من حیث انہ ذکر ونداء
الناس الصلوٰۃ وکل ذالک
امر فی نفسہ لا یتوقّع علیہ
ترتّب خلل۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے خواب پر
عمل کیا اسوقت جب سمجھ لیا کہ وہ سچا خواب
ہے۔ یا تو وحی کے ذریعہ سے یا الہام سے یا
اپنے ذاتی اجتہاد سے کہ یہ الفاظ کی ترتیب ایسی
ہے جس میں شیطان کی دخل اندازی نہیں معلوم
ہوتی ہے یا اس حیثیت سے آپ نے عمل کرلیا کہ
کہ اس میں سے ہی کیا ذکر الٰہی ہے اور لوگوں کو
نماز کی دعوت ہے اور یہ دونوں باتیں بجائے
خود جائز ہیں لہذا اس کے کہنے میں کسی خرابی کا
اندیشہ نہیں ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت کا اس خواب کے اوپر عمل کرنا یقینی
نہیں ہے کہ وحی و الہام کی بنا پر ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ الفاظ حضرت کے
"یہ انشاء اللہ سچا خواب ہے" صاف بتلاتے ہیں کہ کسی خاص وحی و الہام کا
تدخم درمیان میں نہ تھا پھر جبکہ یہ یقینی نہیں یا یقیناً نہیں ہے اور حضرت کا خواب پر عمل کرنا
آخری وجہ کی بنا پر ہے جیسا کہ اُس صورت حال کی بنا پر جو قائم تھی انتہائی
قرین قیاس ہے یعنی اصل مسئلہ یہ زیر غور رہی تھا کہ کیا صورت اختیار کی جائے؟
ناقوس بجوانے تک پر حضرت راضی ہوگئے تھے تاکہ اعلام و اعلان کا مقصد پورا ہو

پسند فرمایا۔ اس سیاق سے حسب ذیل نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

(۱) اصل اذان کی بنیاد اعلان واعلام نماز کی غرض سے تھی جس کا اصلی جزو اور ابتدائی خاکہ صرف الصّلوٰۃ (یا) حی علی الصلوٰۃ تھا۔

(۲) اس بنا پر کہ اس اعلان میں اسلامی نقارۂ توحید کا آوازہ شریک ہو جائے اور اس شعار اسلامی کے اعلان کے پہلے حقیقت رکن دین اسلامی یعنی توحید کا مظاہرہ ہو جائے اُس میں شہادت توحید کا اضافہ ہوا جو کچھ عرصہ تک یونہی جاری رہا

(۳) حضرت عمر نے یہ خیال کر کے کہ شہادت توحید بغیر شہادت رسالت بجائے خود مکمل نہیں ہوتی تو اذان کے اعلان میں کیوں اس جزو کے ساتھ اس کو بھی شریک نہ کر دیا جائے اُس میں شہادت رسالت کا اضافہ کیا۔

(۴) یہ سب کچھ کسی وحی الٰہی پر مبنی نہ تھا اور حضرت عمر تو اس کا اصلی تعلق کر اذان کی اس ترتیب و تشکیل کا نقشہ کسی وحی الٰہی پر مبنی نہیں ہے اسی لئے وہ تو اصل اذان کی بنیاد قائم ہونے کے موقع پر انھوں نے رسالتمآبؐ کی خدمت میں اپنا خیال پیش کیا ہے کہ بغیر حضرتؐ وحی کے مطابق اس پر عمل فرمائیں یا نہ فرمائیں بلکہ براہ راست مستقل طور پر آپ نے صحابہ سے کہا کہ "اولا تبعثون رجلا ینادی بالصلوٰۃ" "تم لوگ کیوں نہیں بھیج دیتے ایک شخص کو جو صلوٰۃ کی ندا کرے" اسی طرح دوسرے موقع یعنی شہادت رسالت کے اضافہ کے موقع پر بھی آپ نے براہ راست بلال سے کہا ہے کہ قل فی اثرها اشهد ان محمدا رسول اللّٰہ

صلی اللہ علیہ وسلم یا بلال قم رسالتمآب نے فرمایا جاؤ بلال نماز کی آواز بلند کرو

فناد بالصلوٰۃ۔

اس میں ابتداء اذان کی حضرت عمر کے مشورہ سے صرف نداء صلوٰۃ کے عنوان سے معلوم ہوتی ہے۔ خواہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی آواز ہو یا حیّ علی الصلوٰۃ کی صدا یہ اذان کا ابتدائی خاکہ ہے۔ بلال نے اس میں خود یا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے شہادت توحید کا اضافہ کر لیا تھا کہ وہ اسلامی نشان ہے اور اصل اصول اسلام وایمان ہے۔ بظاہر کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ قائم رہا۔

کنز العمال میں ہے۔

عن ابن عمر ان بلالاً کان یقول اول ما اذن اشھد ان لا الٰہ الا اللہ حیّ علی الصلوٰۃ فقال عمر قل فی اثرھا اشھد ان محمداً رسول اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قل کما امرک عمر	ابن عمر کی روایت ہے کہ بلال نے جب اذان دینا شروع کی تو وہ اتنا کہا کرتے تھے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ حیّ علی الصلوٰۃ۔ حضرت عمر نے کہا کہ شہادت توحید کے بعد یہ بھی کہو کہ اشھد ان محمداً رسول اللہ۔ رسالتمآب نے فرمایا کہ کہو جیسا عمر تم کو حکم دیتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے شہادت توحید کو سنکر یہ خیال کر کے کہ جب ایک رکن کی ارکان دین میں سے شہادت دیجا رہی ہے تو دوسرا رکن کیوں رہ جائے شہادت رسالت کا اضافہ کر دیا۔ اس کو بھی رسالتمآب نے

یہ کوئی شخص نہ کہے کہ پھر آپ نے حکم کیوں نہیں دیا؟ مذکورہ بالا روایت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے تو ابتدائً اپنی رسالت کے بابانگ بلند اذان میں اعلان کرنے کا حکم بھی نہیں دیا تھا اگر حضرت عمرؓ نے بلال سے کہا کہ تم اسے کہا کرو، آپ نے بھی سکوت اختیار فرمایا یا کہہ دیا کہ جو کچھ عمر کہتے ہیں ان کی بات مانو۔ لہٰذا اگر حضرت عمر یا کوئی اُن کے ایسے بزرگ اس کا احساس کرتے کہ اس شہادت کو بھی کہنا چاہئے اور اس وقت حضرت صلعم منع فرماتے تو معلوم ہوتا کہ اس کا کہنا خاص طور سے ممنوع ہے۔

آپ کا کام اتنا تھا کہ آپ سمجھا دیں کہ اس بات کا اقرار و اعتقاد بھی میری رسالت کے اعتقاد و اقرار کے ساتھ مقرون اور قریب قریب مساوی درجہ رکھتا ہے جس کو آپ نے سمجھایا اور بتلا دیا لہٰذا اس امر کے متعلق جس کو حضرت نے بتلایا مسلمانوں کو خود "مصالح مرسلہ" کے تحت میں یہ سمجھنے کے بعد کہ یہ بھی اقرار رسالت کی طرح ایک ضروری امر ہے اور نیز اس کے اعلان میں رسولؐ نے خود بڑا اہتمام کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا بیش از بیش اعلام حضرت کو مطلوب تھا یہ احساس کرنا چاہئے تھا کہ اگر یہ شہادت رسالت کے بعد اذان میں بطور اعلام و اعلان داخل ہو جائے تو یہ کوئی ناجائز امر نہیں بلکہ مفاد و منشا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مطابق ہی ہوگا۔

وہ چیز جس کو آپ نے اپنی نبوت و رسالت کی تصدیق کا مقرون قرار دیا

کو شہادت توحید کے بعد اشہد ان محمد رسول اللہ "

اس طرح کا تحکم کسی ایسے امر میں نہیں ہو سکتا جس کی بنیاد توقیت شرعی پر ہو۔ یہ اور بات ہے کہ پہلی جگہ دوسرے صحابہ نے اور دوسری جگہ بلال نے صرف آپ کے حکم پر عمل کرنے میں تامل کیا اس لئے رسالتمآبؐ نے بھی فرما دیا کہ ایسا ہی کرو جیسا عمرؓ کہتے ہیں۔ ورنہ حقیقۃً اذان کے معاملہ میں گویا یہ امر مسلم تھا کہ اس کی بنیاد وحی الٰہی اور توقیت خداوندی پر نہیں ہے۔ ورنہ حضرت عمرؓ کو اتنی جرأت اس معاملہ میں دخل اندازی بلکہ فرمان فرمائی کی نہ ہوتی رہ گئی شہادت توحید اس کی ذمہ داری اس روایت میں حضرت بلال پر اذان میں ہی یہ تھا کہ وہ لوگوں کو مطلع کرتے تھے۔ بظاہر یہ اُن کا ذاتی اجتہاد تھا جس کی بنا پر انہوں نے یہ فقرہ داخل کیا تھا اور وہ معمول رہا۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اگرچہ خود رسالت مآبؐ کے طریقہ عمل اور قول و فعل سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ وہ کسی شے کے اظہار و اعلان کو قریب قریب اتنا ہی دوست رکھتے تھے جتنا اپنی رسالت و نبوت کے اظہار و اعلان کو یا اُس کو آپ نے اپنی رسالت کے ساتھ مقرون و متصل قرار دیا ہو تو اُس کا اعلان شہادت رسالت کے بعد "مصالح مرسلہ" کے تحت میں جائز کیوں نہ ہو۔

کہ آپ کو اس کے اعلام و اعلان میں انتہائی اہتمام ہے۔

اس کے بعد اگر مسلمان "مصالح مرسلہ" کے تحت میں رسول ص کے منشار کو پورا کرنے کے لئے اشہد ان محمداً رسول اللہ ص کے بعد جس معنی سے وہ انما ولیکم اللہ الخ کی آیت اور من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کی حدیث پر ایمان لائے ہوں اُسی معنی سے اشہد ان علیاً ولی اللہ کہنے لگتے تو یہ کسی طرح جرم نہ ہوتا اور نہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منشار کے خلاف ہوتا اس لئے کہ یہ آپ کا عین مطلوب تھا۔

یہ خیال کرنا کہ آخر رسالتآب ص کے زمانہ میں یہ کس لئے رائج نہیں ہوا؟ اس بنار پر بھی صحیح نہیں ہے کہ اس عمومی اعلان ولایت کے بعد حضرت رسول اکرم مدینہ میں آکر زندہ ہی بہت کم رہے اور وہ بھی زمانہ اکثر بیماری میں گزرا لیکن جبکہ اذان میں شہادت توحید و رسالت کا مقصد آپ کی مصلحت اور ولایت علی بن ابی طالب کے متعلق آپ کا حقیقی منشار معلوم ہوگیا تھا تو مسلمانوں کو اس میں آپ کے صریحی حکم کی جستجو کرنا یا بسبب قلت وضیق وقت آپ کے سامنے اس کے رائج نہ ہونے یا اُس کے ہم تک بطور روایت نہ پہونچنے کی آڑ میں پناہ لینا ہرگز ہرگز کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

حیّ علی الصلوٰۃ کے ساتھ حی علی الفلاح کا ثبوت خود رسالتمآب ص کے

اور بنص متواتر متفق علیہ بین بالکل اُس کا اعلان و اظہار فرمایا وہ ولایت علی بن ابی طالب ہے ۔

ایک طرف قول حضرت باری تعالیٰ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون جس میں ولایت خداوند عالم جس کا عنوان ہے الوہیت ۔ ولایت رسول کریم جس کا عنوان ہے رسالت ، ولایت خاصہ اُس شخص کی جو بحالت رکوع زکوٰۃ ادا کرے تینوں کو ایک سلک میں قرار دے کر یہ ظاہر کیا ہے کہ پہلی ولایت سے متصل دوسری ولایت اور دوسری سے متصل تیسری ہے اور ان میں فصل و تفریق نہیں ہے اور یہ باجماع مفسرین ثابت ہے کہ یہ آیت شان والا شان حضرت علی بن ابیطالب ع میں نازل ہوئی ہے ۔

دوسری طرف نص متواتر حضرت رسول اکرم ص اُس اہتمام بلیغ کے ساتھ کہ حجۃ الوداع سے واپس آکر ہزاروں آدمیوں کے مجمع کو سخت تمازت آفتاب حرارت ہوا میں روک کر لق و دق میدان کے اندر فراز منبر پر بآواز بلند فرمایا الست اولیٰ بکم من انفسکم قالوا بلیٰ قال من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اس طرح ولایت علیؑ کو اپنی ولایت کے ساتھ جو بعنوان رسالت ہے مقرون فرما کر دونوں کی ایک حیثیت ثابت کی اور ایک حکم میں شریک قرار دیا اور یہ ثابت کیا کہ جو آپ کی مولویت بحیثیت رسالت کا اقرار کرے اُسے علی بن ابیطالب ع کی مولویت یعنی ولایت کا بھی اقرار کرنا لازمی ہے اور اس اہتمام بلیغ سے یہ بھی ثابت کر دیا

اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کرو تو حضرت رسولؐ نے اُسے برقرار رکھا ۔	صلوٰۃ الفجر الصلوٰۃ خیر من النوم فاقرّھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن دوسری روایتیں اس کے خلاف ہیں ۔ اُن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فقرہ جناب رسالتمآبؐ کے بعد بڑھا ہے ۔ کہ اُن میں سے بعض میں اس کی ذمہ داری حضرت عمر پر لگائی گئی ہے جس کی نوعیت بھی مختلف ہے ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے خود سے اپنے مؤذن کو مامور فرمایا کہ وہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کرے ۔ ملاحظہ ہو کنز العمال " باب التثویب "

حضرت عمر نے اپنے مؤذن سے کہا کہ جب نماز صبح میں حی الفلاح تک پہونچا تو کہنا الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم ۔	ان عمر قال لمؤذنہ اذا بلغت حیّ علی الفلاح فی الفجر فقل الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم ۔

دوسری روایت میں ہے کہ ۔

مؤذن حضرت عمر کے پاس نماز صبح کی اطلاع دینے کو آیا تو آپ کو سوتا ہوا پایا ۔ اُس نے کہا الصلوٰۃ خیر من النوم ۔ آپ نے حکم دیا کہ وہ اس فقرہ کو نماز صبح کی اذان میں داخل کر دے ۔	ان المؤذن جاء الی عمر بن الخطاب یؤذنہ لصلوٰۃ الصبح فوجدہ نائما فقال الصلوٰۃ خیر من النوم فامرہ عمر ان یجعلھا فی نداء الصبح ۔

طرزِ عمل سے ملتا ہے ملاحظہ ہو ابن ابی ملیکہ کی روایت قال اذّن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ فقال حی علی الفلاح ”حضرتؐ نے ایک مرتبہ اذان فرمائی تو اس میں حی علی الفلاح کہا“ اور حی علی خیر العمل کی نسبت کنز العمال میں یہ روایت ہے کہ کان بلال یؤذن بالصبح فیقول حی علی خیر العمل ”بلال صبح کی جو اذاں دیتے تھے اس میں حی علی خیر العمل کہتے تھے“۔

بیہقی نے سنن الکبریٰ میں حضرت عبداللہ بن عمر کے متعلق لکھا ہے۔ انّه کان یؤذّن بحیّ علیٰ خیر العمل احیانا ”آپ اکثر اذاں میں حی علی خیر العمل کہتے تھے“۔

اور حضرت علی بن الحسینؑ سے روایت ہے کہ ھو الاذان الاوّل ”اصلی اذان یہی ہے“

محبؒ طبری نے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے بھی اذان میں حیّ علی خیر العمل کہا ہے۔
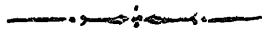
الصلوٰۃ خیر من النوم کے متعلق بعض روایات میں اس قسم کے اجتہاد کی ذمہ داری بلال پر عائد کی گئی ہے جیسا کہ سعد عبداللہ بن عمرو والی روایت میں کنز العمال کی ہے۔

قال الزھری وزاد بلال فی نداء زہری کا بیان ہے کہ بلال نے نماز صبح کی

اس میں اگرچہ حضرت عمر کی صفائی موجود ہے لیکن بلال پر خواہ مخواہ یہ الزام آتا ہے کہ انھوں نے ایک عام آدمی کی زبان کے فقرہ کو اذان میں کیسے داخل کر دیا؟ ایک روایت میں بلال پر سے بھی یہ الزام ہٹ جاتا ہے اور سعد کے سر جاتا ہے۔

عن ابن جریج قال اخبرنی عمر بن حفص ان سعدا اول من قال الصلوٰۃ خیر من النوم فی خلافۃ عمر فقال عمر بدعۃ ثم ترکہ وان بلالا لم یؤذن لعمر

عمر بن حفص کا بیان ہے کہ سعد نے سب سے پہلے الصلوٰۃ خیر من النوم کہا زمانہ حضرت عمر میں۔ حضرت عمر نے کہا یہ بدعت ہے اسکے بعد پھر آپ نے چھوڑ دیا اور خاص طور سے منع نہیں کیا اور بلال نے تو زمانہ حضرت عمر میں اذان ہی نہیں دی ہے

ان روایات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس فقرہ الصلوٰۃ خیر من النوم کی نسبت کچھ پتہ ہی نہیں ہے کہ پہلا مخترع اس کا کون ہے؟

مجاہد کی روایت ہے کہ۔

کنت مع ابن عمر فسمع رجلا یثوب فی المسجد فقال اخرج بنا من عند ھذا المبتدع۔

میں عبد اللہ بن عمر کے ساتھ تھا۔ آپ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ مسجد میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہہ رہا ہے۔ آپ نے کہا کہ چلو ہمیں اس بدعتی کے پاس سے۔

لا الٰہ الا اللہ کے دو مرتبہ یا ایک مرتبہ کہنے کے متعلق یہ ہے کہ اس خواب

مگر بعض روایات میں ہے کہ خود حضرت عمر بھی اُس کو بُرا سمجھتے تھے اور اُس سے ممانعت کی نیت رکھتے تھے جس کا آپ کو موقع نہیں ملا۔

ملاحظہ ہو ابن جریج کی روایت۔

قال اخبرنی حسن بن مسلم ان رجلا سأل طاؤسا متی قیل الصلوٰۃ خیر من النوم قال اما انھا لم تقل علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن بلالا سمعھا فی زمان ابی بکر بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولھا رجل غیر مؤذن فاخذھا منہ فاذن بھا فلم یمکث ابوبکر الا قلیلا حتی اذا کان عمر قال لو نھینا بلالا عن ھذا الذی احدث وکانہ نسیہ واذن بہ الناس حتی الیوم۔

ایک شخص نے طاؤس یمانی سے پوچھا کہ یہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جانا کس زمانے سے شروع ہوا ہے۔ اُنھوں نے کہا اتنا یقینی ہے کہ یہ رسالتمآب کے زمانہ میں نہیں کہا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں بلال نے ایک شخص کی زبان سے جو مؤذن نہیں تھا الصلوٰۃ خیر من النوم۔ کا فقرہ سُنا۔ اُنھوں نے اس کو اذان میں داخل کر دیا اس کے بعد ابوبکر بہت کم دن زندہ رہے۔ حضرت عمر کا زمانہ آیا تو انھوں نے کہا اچھا ہو ہم بلال کو اس نئے فقرہ سے جو وہ کہتے ہیں روک دیں۔ اس کے بعد شاید انھیں خیال نہ رہا اور منع نہیں کیا اور لوگ آج تک اُس کو اذان میں کہتے رہے۔

بیتئی یعر فونه فذ کروا ان یوروا نارا او یضربوا ناقوسا فامر بلال ان یشفع الاذان وان یوتر الاقامة	جس سے سب کو علم ہو جائے اسکے متعلق ذکر ہوا کہ آگ روشن کر دیا یا کرے یا ناقوس بجا دیا جایا کرے ۔ بلال کو حکم ہوا کہ وہ اذان کو جفت اور اقامت کو طاق عدد میں کہیں ۔

چوتھی روایت جس کے الفاظ بالکل دوسری روایت سے ملتے ہیں ۔

۔ ان تمام روایات سے صاف ظاہر ہے کہ فصول اذان کا عدد شفع یعنی جفت ہونا چاہئے اور فصول اقامت کا عدد وتر یعنی طاق ۔

عام روایات کی بناء پر اذان واقامت دونوں کا عدد طاق ہوتا ہے جو مذکورہ صحیح روایات کے بالکل منافی ہے ۔ اذان کی تعداد کا جفت اور اقامت کا طاق ہونا یونہی صحیح ہوتا ہے کہ اذان میں لا الہ الا اللہ مثل دیگر فصول کے جفت یعنی دو مرتبہ ہو اب فصول اذان جفت اور فصول اقامت طاق رہیں گے جو صحیح بخاری کے مندرجۂ بالا احادیث کے بالکل مطابق ہے ۔

مندرجۂ بالا تفصیلی دلائل کی بناء پر اب اُن سوالات کا جو مذہب اہلسنت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ۔ ذیل جواب دیا جاتا ہے (مطابق کتب اہلسنت)

۱۔ الصلوٰۃ خیر من النوم کا ماثور یا رکن اذان ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہے اور جبکہ حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن عمر ایسی مقتدائے اہلسنت ہستیاں اُس کو بدعت

میں جن کے روایات کا سابق میں تذکرہ کیا گیا ہے بیشک لا الہ الا اللہ اذان کے آخر میں ایک ہی مرتبہ مذکور ہے اور بعض روایات میں تعداد بھی مذکور ہے مگر کہ فصول اذان[19] اور فصول اقامت ۱۷ ہیں لیکن صحیح بخاری سے جو اصح الکتب الصحاح ہے اس کی تائید نہیں ہوتی ہے۔

ملاحظہ ہو صحیح بخاری میں پہلی روایت باب بدء الاذان

حدثنا عمران بن میسرۃ قال حدثنا عبد الوارث قال حدثنا خالد عن ابی قلابۃ عن انس قال ذکروا النار والناقوس فذکروا الیہود والنصاری فامر بلال ان یشفع الاذان وان یوتر الاقامۃ۔	انس کی روایت ہے کہ اعلان نماز کے لئے آگ کا تذکرہ ہوا کہ روشن کر دی جایا کرے اور ناقوس کا جس کے اوپر یہود و نصاری کا نام لیا گیا کہ یہ اُن کا طریقہ ہے اُس وقت بلال کو حکم ہوا کہ وہ اذان و اقامت کہیں۔ اذان جفت اور اقامت طاق۔

دوسری روایت "باب الاذان مثنیٰ مثنیٰ"

عن انس قال امر بلال ان یشفع الاذان وان یوتر الاقامۃ۔	بلال کو حکم ہوا کہ نماز کو جفت عدد کے ساتھ کہیں اور اقامت کو طاق عدد کے ساتھ۔

تیسری روایت۔

عن انس بن مالک قال لما کثر الناس قال ذکروا ان اعلموا وقت الصلوٰۃ	جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو خیال ہوا کہ نماز کے وقت کی کوئی علامت ہونا چاہئے

سنت ہے۔

۷۔کمی درست نہیں ہے۔زیادتی ایسی جو عمومات لفظیہ یا مصالح مرسلہ کے تحت میں داخل ہو سکے جائز ہے۔تکبیر کی حقیقی صورت یعنی اللہ اکبر کہنے کے بعد کچھ بطور صفات باری تعالےٰ ذکر کر دینا اور اسم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ درود و سلام بھیجنا اور اشہد ان علیا ولی اللہ کہنا یہ سب صحیح و درست ہے۔

۸۔اشہد انّ علیّا ولی اللہ کے علاوہ جو دوسرے فقرات ذکر کئے گئے ہیں اُن کا اضافہ اس لئے درست نہیں ہے کہ نہ وہ بالخصوص ماثور ہیں اور نہ وہ مصالح مرسلہ کے تحت میں داخل ہوتے ہیں اس لئے کہ حضرات اہلسنت جو حضرت ابوبکر کی خلافت کو صحیح سمجھتے ہیں وہ بھی آپ کی خلافت کے متعلق حضرت رسولؐ کی قرارداد اور آپ کے اعلان کے قائل نہیں ہیں نہ یہ کسی بنا پر ثابت ہو سکتا ہے کہ حضرت صلعم کا منشا اس کا اعلان تھا۔اسی طرح حضرت عباس کا عصبہ و وارث ہونا وہ بجائے خود صحیح ہو بھی تو حضرت رسولؐ کی رسالت کے ساتھ اُس کے اعلان کا کسی حیثیت سے منشا و مقصود حضرت رسول اکرمؐ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔برخلاف ولایت حضرت علیؑ کے اس لئے کہ جو لوگ آپ کی امامت بمعنی مصطلح عند الشیعہ کے قائل نہیں ہیں وہ بھی آپ کی ولایت و مولویت کو کسی نہ کسی معنی میں اور اُس کے اعلان و اظہار کو تسلیم کرتے ہیں۔

سمجھتی ہیں (جیسا کہ سابقہ روایات سے ثابت ہوا) تو اُسے صحیح طور سے شعار
اہلسنت سمجھنا بھی ممکن نہیں ہے۔

۲۔ مخصوص اہل تشیع کا تو اس سے متعلق جو عقیدہ ہے وہ دوسرے حصہ سے تعلق
رکھتا ہے۔ لیکن ہمارے مذکورہ سابق بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ اشہد ان
علیاً ولی اللہ کہنا اذان میں بربنائے مصالح مرسلہ مطلوب اور محبوب اور موافق
منشائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس لئے اس کا شعار
عامۂ اہل اسلام ہونا مناسب و راجح ہے۔

۳۔ علماء عراق و ایران کے طرز عمل کا سوال حصۂ دوم سے تعلق رکھتا ہے۔

۴۔ حی علی خیر العمل کا زمانۂ رسالتمآب میں اذان میں آنا ثابت ہے جس کے بعد وہ جزو اذان
بن گیا اس کا کم کرنا آیا نئے اذان کا کم کرنا ہے جس کے بعد اذان کی وہ صورت قائم نہیں رہتی
جو زمانۂ رسالتمآبؐ میں جبکہ وہ کہا جاتا تھا موجود تھی۔

۵۔ اذان میں ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہنا اذان کی اُس صورت کے خلاف
ہے جو مطابق احادیث صحیحہ اذان کے لئے قرار دی گئی ہے۔

۶۔ اذان جو رسالتمآبؐ کے زمانہ میں تھی اُس میں حی علی الفلاح کے بعد
حی علی خیر العمل اور آخر میں لا الٰہ الا اللہ دو مرتبہ موجود تھا اور الصلوٰۃ
خیر من النوم کا فقرہ نہ تھا اور اشہد ان علیاً ولی اللہ کہنے کے مقتضیات
موجود ہیں جن کی بنا پر شہادت رسالت کے ساتھ شہادت ولایت بھی ادا کرنا

عبادت کے اجزاء تمام تر توقیفی ہوتے ہیں اور بلا دلیل شرعی اُس کے اجزاء میں کمی یا زیادتی صحیح نہیں ہے۔ لیکن دلیل شرعی جس سے کوئی حکم ثابت ہوتا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دلیل خاص۔ دوسرے دلیل عام جسطرح دلیل خاص اگر کسی امر پر قائم ہو تو وہ معتبر و مستند اور لازم العمل ہے۔ اُسی طرح دلیل عام بھی اپنے عام مندرجہ افراد میں معتبر سمجھی جائے گی جب تک کسی فرد خاص کی تخصیص اور اُس کا استثناء حکم عام سے ثابت نہ ہو۔

اجزاء جو کسی عبادت کے ہوتے ہیں اُن کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک جزء ماہیت یعنی جنکے بغیر اُس کے اصل حقیقت و ماہیت عمل کی متحقق نہیں ہو سکتی جیسے رکوع و سجود۔ حمد و سورہ وغیرہ نماز کے لئے کہ ان میں سے اگر کوئی ایک ترک ہو جائے تو اصل حقیقت نماز متحقق نہ ہوگی۔

دوسرے جزء الفرد یعنی اُس عبادت کے مختلف مراتب میں سے کسی خاص درجہ کی فرد میں وہ فضیلت رکھتا ہے کہ اگر اُس جزو کو نہ بجالایا جائے تو اُس خاص درجہ کے ثواب کا جو اُس عبادت میں اُس جزو کے ساتھ بجالانے کی صورت میں ہوا استحقاق نہ ہوگا جیسے قنوت بہ نسبت نماز کے۔ یہ جزو ہے مگر ماہیت نماز کا جزو نہیں ہے بلکہ ایک فرد ممتاز ماہیت کی جس کا ثواب زیادہ ہے اُس کا جزو ہے لہذا اس کے بجا نہ لانے کی صورت میں نماز تو ہو جائے گی مگر وہ ثواب نہ ملیگا

۹- حی علیٰ خیر العمل زمانہ رسالتمآبؐ میں موجود تھا- الصلوٰۃ خیر من النوم موجود نہ تھا -

۱۰- وہ اذان ہونا چاہئے جو حضرت رسول اکرمؐ کے قول و عمل اور منشاء کے مطابق ہو- عام افراد کے طرز عمل اور رواج کو کوئی چیز نہیں سمجھنا چاہئے -

۱۱- جس فرقہ کا شخص اُس مسجد کی تعمیر کرے اُس کا حق مرجح ضرور ہے لیکن بنظر اخوت اسلامی دوسرے مسلمانوں کو بھی اُس میں نماز وغیرہ سے روکنا نہیں چاہئے -

اس کے بعد کے سوالات سب خالص شیعی نقطۂ نظر سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اُن کا جواب دوسرے حصہ پر محوّل کیا جاتا ہے -
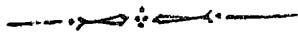
(۲)

اب اس مسئلہ کا دوسرا حصہ شروع کیا جاتا ہے جو شیعی نقطۂ نظر سے تعلق رکھتا ہے -

شیعی عقائد کی بنا پر رسالتمآبؐ کے تمام احکام بربنائے حکم الٰہی و وحی سماوی ہوتے تھے اور کوئی بات آپ کے ذاتی اجتہاد یا مشورت صحابہ کی بنا پر قرار نہ پاتی تھی - اجتہاد غیر معصوم سے مخصوص ہے اور معصومین کا درجہ اجتہاد سے بلند ہے -

جیسے خود اذان مستحب ہے۔ واجب نہیں ہے لیکن ایسی صورت میں جب شعار اسلامی کا قیام اُسپر موقوف ہو اور مخالفین اسلام محو شعار اسلامی کی غرض سے اُس کے روکنے میں کوشاں ہوں تو اُس کا قائم رکھنا اس وقت میں واجب اور اُس کا ترک گناہ و معصیت ہوگا۔

یہی صورت ہے ہر مستحب کی اگرچہ وہ کوئی مذہبی یا فرقہ وارانہ حیثیت نہ رکھتا ہو۔ اگر کوئی اُس کے روکنے پر مصر ہو اس طرح کہ اُس مستحب کے محو ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اُس کے استحباب کو زندہ رکھنے کے لئے اُس کے بجالانے پر قائم رہنا واجب و لازم ہوگا۔

بلکہ کسی امر مباح کو کوئی شخص بربنائے تحریم ترک کرنے پر مسر ہو تو اُس امر مباح کے اباحت کی حفاظت ہر پابند شرع کو لازم ہے اور اُس کی تحریمی پابندی کو توڑنا ضروری ہے۔
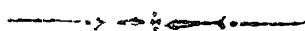
اذان و اقامت کی اصلی ابتدا اُس وقت ہوئی ہے جب شب معراج حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المعمور پہونچے ہیں اور وہاں نماز جماعت ہوئی ہے جس میں صفوف ملائکہ نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس روایت کو بسند صحیح ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے کافی میں درج کیا ہے۔ اس کے بعد پھر جبرئیل امین دنیا میں تشریع اذان کیلئے جب نازل ہوئے ہیں

جو اس جزو کے بجا لانے کی صورت میں ملسکتا تھا۔

کسی عبادت کی اصلی ماہیت کو بیان کرنے کے موقع پر اکثر اُن اجزا پر اکتفا کی جاتی ہے جو اُس کی اصل ماہیت کے اجزا ہیں اور دوسری قسم کے اجزا دبدلیل منفصل (جداگانہ) ثابت ہوتے ہیں جس کے بعد وہ عبادت میں اُسی طور پر معتبر سمجھے جائیں گے جو اُن کی دلیل کا تقاضا ہے اور وہ اُسی طرح بجالائے جائیں گے جیسے وہ کہ جو مقام بیان ماہیت میں ذکر ہوئے ہیں۔ دلیل عام کا حکم اس حیثیت سے مثل دلیل خاص کے ہے۔

حدیث صحیح متفق علیہ کی بنا پر اجزاء شئے مستحب اور اجزاء مستحبہ شئے میں تسامح فی ادلۃ السنن کا کلیہ جاری ہے یعنی روایت ضعیف بھی اس بارے میں درجہ روایت صحیح کا رکھتی ہے اور وہ معتبر اور لائق عمل ہے۔

ہر امر مستحب بجائے خود اُس کے ترک میں معصیت اور گناہ نہیں ہے لیکن حالات و اسباب اور مختلف اعتبارات کی بناء پر اکثر اُس میں اہمیت پیدا ہوتی ہے اور اس کی بنا پر بعض اوقات اُس کے ترک کا پابند ہونا ناجائز اور حرام ہوجاتا ہے۔

کہ جماعت مستحب ہے جیسا کہ احتجاج طبرسی والی روایت میں گزرا اور اکثر علماء نے اس کی تصریح کی ہے

علامہ محمد باقر مجلسیؒ جو گیارھویں صدی میں مجدد مذہب کی حیثیت رکھتے ہیں انہوں نے بحار میں تحریر فرمایا ہے کہ لایبعد کون الشہادۃ بالولایۃ من الاجزاء المستحبۃ للاذان

بحرالعلوم سید مہدی طباطبائی نجفی قدس اللہ سرہٗ اپنی کتاب درہ منظومہ میں فرماتے ہیں۔

صل اذا ما اسم محمد بدا	علیہ والآل فصل لتحمدا
واکمل الشہادتین بالتی	قد اکمل الدین بھا فی الملۃ
وانھا مثل الصلوٰۃ خارجۃ	عن الخصوص بالعموم والحجۃ

"جب حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لو تو صلوات آپ پر اور آپ کی آل اطہار پر بھیجو اور شہادتین کو (ناقص نہ چھوڑو) کامل کرو اس تیسری شہادت کے ساتھ جس کے ذریعہ سے ملت اسلامیہ میں دین کی تکمیل ہوئی ہے یہ مثل صلوات کے خصوصی اجزاء سے خارج اور عمومات کے ذریعہ سے جو حجت معتبر لازم العمل ہیں ثابت ہوئی ہے"

شیخ الفقہا شیخ محمد حسن نجفیؒ جواہر الکلام میں تحریر فرماتے ہیں

ھی کالصلوٰۃ علی محمدؐ عند سماع اسمہ۔

بنابر خطبۂ غدیر جس میں جناب رسالتمآب صلعم کا ارشاد من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اور اس کے بعد یہ فقرہ کہ "الا فلیبلّغ الشاھد الغائب" اعلان ولایت علی بن ابیطالب کے محبوب و مطلوب ہونے کی دلیل ہے اور بہترین طریق اعلان میں سے بعد شہادت رسالت اس کا اذان میں اقرار کرنا ہے جس کی کوئی ممانعت ثابت نہیں ہوئی۔ لہذا یہ بھی بمقتضائے حکم رسول صلعم محبوب و مطلوب اور راجح و مستحسن ہے اور اس حکم کی بناء پر یقیناً اس اذان میں کہ جو اس جزو پر مشتمل ہو جو اجر و ثواب ہو گا وہ کسی طرح اس اذان میں نہیں ہے جو اس جزو سے خالی ہو۔

الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا کسی حیثیت سے ثابت نہیں ہے بلکہ کافی کی حدیث میں معاویہ بن وہب سے ہے کہ سألت اباعبداللہ ع عن التثویب فی الاذان والاقامۃ فقال ما نعرفہ۔

امام جعفر صادق سے "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے کہنے کا اذان و اقامت میں تذکرہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا ہم اسے نہیں جانتے"۔ یہ اس کے بے اصل ہونے کی صریح دلیل ہے۔

اب ان سوالات کا فرقۂ شیعہ کے نقطۂ نظر سے ترتیب وار جواب لکھا جاتا ہے۔

۱۔ پہلا سوال خالص مذہب اہلسنت سے تعلق رکھتا ہے جس کا جواب پہلے حصہ میں گذر چکا

۲۔ بے شک اشھد ان علیاً ولی اللہ کا اذان میں کہنا خواہ نماز فرادیٰ میں

اور محقق ابوالقاسم نجم الدین جعفر بن سعید حلی اپنی کتاب معتبر میں تحریر فرماتے ہیں۔ قول حی علی خیر العمل فی الاذان والاقامۃ سنۃ فی الاذان مع ترکہا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر اس جزو کے اذان ناتمام رہتی ہے

۵- اذان کے آخر میں دو مرتبہ لا الہ الا اللہ ہے اور اذان شیعہ میں ایک مرتبہ پر اکتفا کرنے سے اذان کامل متحقق ہوتی اور اذان باطل ہوتی ہے۔ احادیث اس کی جزئیت کے متعلق سابق میں درج ہو چکے ہیں۔

محقق نجم الدین حلی معتبر میں لکھتے ہیں اجمع اصحابنا علی التہلیل فی آخرہ مرتین۔

مفتاح الکرامہ میں ہے فی الناصریات والتذکرۃ والمنتہی والمجالس الاجماع علی تثنیۃ التہلیل فی آخر الاذان۔

۶- اذان وہ قول ہے جو شرعاً ثابت ہے کہ جتنے اجزاء دلیل شرعی سے اور دلیل خاص شرعی سے ثابت ہوئے ہیں ان سب پر مشتمل ہو۔ غیر ماثورہ وہ ہے جس میں کوئی جزو ایسا اشتراک کر دیا گیا ہو جس پر نہ کوئی دلیل خاص ہو نہ دلیل عام جیسے الصلوٰۃ خیر من النوم۔ باعتقاد شیعہ یہ بدعت ہے اور حرام

۷- کسی کو اگر بطور التزام ترک و اسقاط ہو تو وہ کسی جزو اذان ماثورہ میں جائز نہیں ہے خواہ جزو ماہیت ثابت بالخصوص ہو یا جزو فرد کا ثابت بالعمومات اور

"شہادت ولایت کا ذکر کرنا مثل جملات کے ہے حضرت رسالتمآب صلعم کے بعد آپ کے نام کے بعد"

محقق فقیہ جید بدل آقا رضا ہمدانی اپنی کتاب "مصباح الفقیہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"الاولیٰ ان یشہد لعلیؑ علیہ السلام بالولایۃ وامرۃ المومنین بعد الشہادتین قاصداً بہ امتثال العمومات الدالۃ علی استحبابہ"

شہادت ثالثہ کے شعار اہل تشیع اور جزو ایمان ہونے کے متعلق ملا محمد تقی مجلسی رحمۃ اللہ نے روضۃ المتقین میں فرمایا ہے "بہتر آنست کہ بگوید چہ جزو ایمان است"

سید العلماء مولانا سید حسین علیین مکان طاب ثراہ نے روضۃ الاحکام میں اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے "آنچہ گفتہ است خوب است"

۳ میں نے بگوش خود جہاں تک سنا ہے عتبات عالیات اور دیگر مقامات پر برابر اشہد ان علیاً ولی اللہ اور حی علی خیر العمل کہا جاتا ہے۔

۴۔ حی علی خیر العمل باجماع علمائے شیعہ جزو اذان ہے۔

جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ انتصار میں تحریر فرماتے ہیں۔

"مما انفردت بہ الامامیۃ ان یقول فی الاذان والاقامۃ بعد قولہ حی علی الفلاح حی علی خیر العمل والوجہ فی ذلک اجماع الفرقۃ المحقۃ علیہ۔"

۹۔ الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا ماثور نہیں ہے۔

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ انتصار میں تحریر فرماتے ہیں "لو کان مشروعا لوجب ان یقوم دلیل شرعی علی ذالک ولا دلیل فیہ"

ابن ادریس حلی نے سرائر میں لکھا ہے "لا یجوز فعل ذالک فمن فعلہ لغیر تقیۃ کان مبدعا ماثوما"

سلطان العلماء علیین مکان طاب ثراہ روضۃ الاحکام میں تحریر فرماتے ہیں "تبدیل حی علی خیر العمل بقول شان الصلوٰۃ خیر من النوم در نماز صبح از بدع مخالفین است"

۱۰۔ حی علی خیر العمل ماثور ہے۔ اس کے متعلق احادیث اور کلمات فقہاء سابق میں ذکر ہو چکے۔

۱۰۔ افسوس ہے مسلمانوں میں کوئی اذان ماثورہ نہیں باقی رہی ہے جو تمام فرقوں میں مشترک حیثیت سے معمول بہ ہو۔ لیکن متبع دلیل ہو اور دلیل کی بنا پر ہم نے ثابت کیا کہ سنی و شیعی نقطہ نظر دونوں سے اذان ماثور یہی قرار پاتی ہے جو مرتبہ حی علی خیر العمل اور آخر میں لا الہ الا اللہ پر مشتمل ہو۔ رہ گئی شہادت ولایت کا بھی سنی و شیعی دونوں نقطہ نظر سے بعد شہادت رسالت کہنا راجح و مطلوب شارع مقدس ہے۔ اس میں کوئی ایسی فرقہ وارانہ خصوصیت نہیں پائی جاتی جس کی وجہ سے دوسرے فریق کیلئے دل آزار ہو۔

۱۱۔ جس فرقہ کا شخص اجازت حاصل کرے اس کا

کمی کرنا مقام عمل میں تساہل یا قلت وقت یا ضرورت کی وجہ سے تو وہ اگر کسی ایسے جزو کے متعلق ہو جو ماہیت اذان میں دخیل ہے جیسے حی علیٰ خیر العمل اور آخر میں دو مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ وغیرہ تو اصل اذان صحیح نہ ہوگی باطل ہوگی اور ثواب اذان کا نہ ملے گا۔

اور اگر ایسے جزو کے متعلق ہو جو فرد کامل میں دخل رکھتا ہے جیسے اشہد ان امیر المومنین علیاً ولی اللہ تو بغیر اس کے اذان ناقص ہو جائے گی اور وہ ثواب اس کا حاصل نہ ہوگا جو اس جزو کے ساتھ عمل کرنے میں حاصل ہوتا۔

زیادتی اگر ایسی ہے جو صورت مقررہ اذان کو نہیں بدلتی اور خود کسی امر عمومی کے تحت میں داخل ہوتی ہے تو وہ اذان ماثور کی صحت کے خلاف نہیں ہے بلکہ زیادتی ثواب و تکمیل عبادت ہے۔

جیسے خداوند عالم کے بعض اوصاف کا بعد تمامیت تکبیر کے ذکر کر دینا یا صلوات علیٰ محمد و آلہ بلکہ صلوات کے متعلق تصریح تعمیم استحباب کی اذان میں نصوص سے ثابت ہوئی ہے جیسا کہ روایت زرارہ میں ہے جو بسند معتبر کافی میں منقول ہے

قال ابو جعفر صل علی النبی کلما ذکرتہ او ذکرہ ذاکر عندک فی اذان او غیرہ۔

مگر جو اضافہ ہو وہ اگر کسی عموم حکم شرعی کے تحت میں داخل ہو تو جائز و راجح ہے ورنہ حرام اور بدعت سیئہ ہوگا۔

کافی نہیں ہے چہ جائیکہ کم ہیں۔

علامہ حلی نہایۃ الاحکام میں تحریر فرماتے ہیں۔ لو ترک الاذان اہل البلد (؟)

ولم یمکن جمیع الناس فی واحد ورق علاوہ من الموذنین یحصل بھم الکفایۃ

وبہ یسمی الشعار۔

۱۴۔ اشھد ان علیا ولی اللہ کے متعلق سابق میں کافی توضیح ہو چکی ہے اس کا ضرور خیال رکھا گیا کہ وہ جزو کامل اذان ہے۔ بغیر اس کے اذان ناقص ہوگی۔

جبکہ اس کے ترک کرنے کی بطور پابندی خواہش ہو تو اس وقت میں اس کے استحباب کا زندہ رکھنا حفظ شریعت اور حفاظت شعائر کے تحت میں واجب و لازم ہے اور اس کے ترک کا پابند ہونا جائز نہیں ہے

۱۵۔ حی علی خیر العمل اذان کا جزو لازم ہے۔ اس کے ترک سے اذان باطل ہے۔

۱۶۔ اذان کے آخر میں لا الہ الا اللہ دو مرتبہ کہنا لازم ہے۔ ایک مرتبہ کہنا ماثور نہیں ہے۔ کتب کا حوالہ سابق میں درج ہو چکا ہے۔

واللہ العالم۔ علی نقی النقوی عفی عنہ یکم رجب ۱۳۵۳ھ
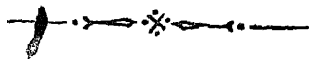
منشا و یہ ضرور ہے کہ اُس کے فرقہ کے لوگوں کو اُس مسجد میں اپنے طریقہ سے اذان و نماز کی آزادی حاصل ہو۔ دوسرے لوگوں کو ممنوع قرار دینے کا حق نہ ہو لیکن اپنے طریقہ پر اذان و نماز کی آزادی ضرور ہونا چاہئے۔

۱۲۔ اذان کے معنی ہیں اعلام اور وہ بغیر جہر متحقق نہیں ہو سکتا۔ اذان مخفی ہونے کی صورت میں اُس کی غرض و غایت مفقود ہو جاتی ہے۔

محقق حلی رح شرائع الاسلام میں احکام اذان میں تحریر فرماتے ہیں۔

ان یرفع الصوت به ۔ شہید ثانی ۔ ۔ ۔ ن الجنان میں لکھا ہے

عن الصادق علیہ السّلام ا[illegible] صوتا ۔

نیز حضرت نے فرمایا لا تخفین صوتك فان اللّٰہ یوجرك علی مد صوتك

[illegible] الکرامہ میں ہے۔

اد [illegible] مخصوصة موضوعة للاعلام بدخول وقت الصلوٰۃ

[illegible] المقاصد [illegible] جماعة [illegible]

مشروعية الاذان اه [illegible]

۱۳۔ جس طرح نماز کے لئے مسجد کو خاص خصوصیت حاصل ہے اُسی طرح اذان کے لئے، گھر کی اذان مسجد کے لئے کفایت نہیں کر سکتی۔ یہاں تک کہ اگر نماز جماعت متعدد مساجد میں ہو تو ایک مسجد کی اذان دوسری مسجد کے لئے